ہر اتوار کو روزنامہ اسلام کے ساتھ شائع ہوتا ہے

اتوار ۴ جمادی الثانی ۱۴۴۶ھ مطابق ۸ دسمبر ۲۰۲۴ء

۱۱۶۴

بچوں کا اسلام

پاکستان کا سب سے زیادہ شائع ہونے والا بچوں کا مقبول ترین ہفت روزہ

aci
Blood Bgone
Blood Stain Remover
خون کے دھبے مٹانے کا واحد اسٹین ریموور
Imtiaz پر دستیاب ہے
LADIES WEAR | CLOTHING | BEDSHEETS | CARPETS / SOFA

القرآن

رشوت نہ کھاؤ

ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ ہی اسے (رشوت کے طور پر) حاکموں کے پاس پہنچاؤ (جس سے مقصد یہ ہوتا ہے کہ) تاکہ لوگوں کے مال کا کچھ حصہ ناجائز طور پر کھانا چاہتے ہو اور تم اسے جانتے بھی ہو (کہ یہ ناجائز اور حرام ہے)

(البقرہ-۱۸۸)

الحدیث

رشوت کی تباہ کاری

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا کہ جس قوم میں سود عام ہوجائے اس پر قحط کا عذاب آتا ہے اور جس پر قوم میں رشوت عام ہوجائے اس پر رعب طاری کردیا جاتا ہے (ترغیب وترہیب)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رشوت لینے اور دینے والے دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔ (ترمذی)

دستک

کراچی کتب میلہ اور تین خوش خبریاں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

بچوں کا اسلام کے معروف لکھاری، ہمیں بھائیوں جیسے عزیز جناب حافظ عبدالرزاق خان کی والدہ محترمہ کا انتقال پرملال ہوا تو ہمیں اسی صفحے پر ہم نے اُن سے تعزیت کی اور قارئین سے ایصالِ ثواب کی استدعا بھی (ایک بار پھر ایصال کردیجیے)۔ کچھ عرصہ گزرا اور حافظ بھائی اِس جاں گداز غم سے سنبھل کر کچھ لکھنے کے قابل ہوئے تو اُنھوں نے ماں بیٹے کے تعلق کی خوشبو سے معطر تحریر ''میرا شہزادہ آیا ہے'' لکھی۔

تحریروں کا پہلا قاری چونکہ مدیر ہوتا ہے، سو ہم نے پڑھی اور بے ساختہ ہمارا دل بھر آیا۔ یہ تحریر خواتین کا اسلام میں شائع ہوئی تو حسبِ توقع اِس دل سوز تحریر نے قارئین کے دلوں کو بھی چھولیا۔ ایک تو حافظ صاحب کا دل گداز اندازِ تحریر، پھر اماں جان مرحومہ کے لیے لکھتے ہوئے بین السطور جو ہلکی ہلکی غم کی آنچ محسوس ہوتی ہے، اُس نے پڑھنے والی ہر آنکھ کو نم کیا۔

تحریر کے اختتام پر حافظ صاحب نے اپنے ایک خواب کا بھی ذکر کیا، جس میں نہ صرف والدہ محترمہ کے حوالے سے بلکہ ختمِ نبوت پر لکھی گئی مقبول ترین کتاب 'کراماتی چھتری' کے حوالے سے بھی بشارتیں تھیں، جسے پڑھ کر ہمارا اِس کتاب سے پہلے سے زیادہ عقیدت کا تعلق ہوگیا (یہ تحریر اسی شمارے میں پڑھیے)۔

کراماتی چھتری واقعتاً ایک کراماتی کتاب ہے، اور کیوں نہ ہو کہ ختمِ نبوت موضوع ہے۔ اس کتاب میں زیادہ تر کہانیاں ایسی ہیں جنھیں لکھتے ہوئے اور پھر بچوں کا اسلام میں اشاعت کے وقت بھی بڑے انوکھے اور حسین معاملات پیش آئے، جن کے ذکر کا تو یہ موقع نہیں، البتہ کچھ اور باتوں کا ضرور موقع ہے۔

اور وہ باتیں ہیں بھی خوشی کی باتیں یعنی خوشخبریاں۔

پہلی بات تو یہ کہ ایک بار پھر کراچی کتب میلہ سجنے کو ہے۔ ۱۶ دسمبر بروز جمعرات تا ۲۰ دسمبر بروز پیر تک، اور اِس سال ہمارے اور قارئین کے لیے پہلی خوشی کی بات یہ ہے کہ نہ صرف 'کراماتی چھتری' بلکہ اِن شاء اللہ تعالیٰ حافظ بھائی کی بچوں کا اسلام میں پندرہ سال کے دورانیے میں لکھی گئی کھیلوں کے عنوان پر کہانیاں بصورتِ کتاب بعنوان 'عادل کا آئیڈیل' بھی کراچی بک فیئر پر موجود ہوگی۔

البتہ یہ اتنی خوشی کی بات نہیں بلکہ زیادہ خوشی کی بات اگلی ہے!

جی ہاں! زیادہ اور بڑی خوشی کی بات یہ ہے کہ دونوں کتابوں کے ساتھ ساتھ ہم نے اُن کے لکھنے والے کو بھی کراچی کتب میلہ میں مدعو کرلیا ہے، سو اِن شاء اللہ تعالیٰ کراچی کتب میلہ میں ہفتہ، اتوار اور پیر کے دن بھائی حافظ عبدالرزاق خان بنفسِ نفیس اپنی دونوں نئی کتابوں کے ساتھ موجود ہوں گے۔ یہ بہترین موقع ہے کراچی میں موجود قارئین کے لیے کہ وہ اپنے محبوب لکھاری سے ملاقات بھی کریں اور ان کے آٹوگراف کے ساتھ کتابیں بھی لیں۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ ہمیں حافظ صاحب کے شایانِ شان ان کی میزبانی کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اُن کی تصنیفات کو اپنی بارگاہ میں قبولیت عطا فرمائے، آمین!

تیسری خوشی کی بات یہ ہے کہ بہت محترم کاوش صدیقی بھائی کی سرمدسیریز کی اگلی کتاب 'شیداٹلی' بھی اس کتب میلہ میں اپنے مصنف کی انگلی تھامے آرہی ہے، سو شیداٹلی اور اس کے مصنف سے ملاقات کا بھی یہ بہترین موقع ہوگا۔

ویسے، لگے ہاتھوں ہم ایک انکشاف اور کرتے چلیں کہ ہماری پوری کوشش ہے کہ اس بار تین کتب کے ساتھ ہماری ایک نئی نویلی کتاب، یعنی مدیرِ ناچیز کا ایک مہماتی ناول بھی آپ کو اسٹال پر نظر آئے۔

یہ وہ ناول ہے جو اپنے خاص عنوان پر نوجوانوں کے لیے اردو زبان میں پہلی بار لکھا گیا، اور ''بچوں کا اسلام'' میں اپنے وقت کا مقبول ترین ناول رہ چکا ہے۔

بوجھو تو جانیں! بس اتنا بتاتے چلیں کہ تب یہ ہمارے قلمی نام سے شائع ہوا تھا۔ اس وقت ناول کا نام بھی کچھ اور تھا۔ نیز چند بہت معتبر تبصروں کے مطابق یہ ایک انتہائی دلچسپ، سنسنی خیز مہماتی ناول تھا۔ خیر، تھا یا نہیں؟ یہ تو ہمارے نئے قارئین ناول پڑھ کر خود فیصلہ کریں گے!

تو ملتے ہیں چار دن بعد، جمعرات کو، کراچی ایکسپو سینٹر میں منعقدہ بک فیئر میں!

اسٹال نہ ملے تو (03494892240) پر رابطہ کرکے پوچھ لیں، نیز کتابیں منگوانے کے لیے بھی واٹس ایپ کیا جاسکتا ہے۔

جیتے رہیں خوش رہیں۔

والسلام

محمد فیصل شہزاد

(خصوصی طور پر بچوں کا اسلام کے نوعمر قارئین کے لیے سہل اور عام فہم انداز میں تلخیص کیا گیا!)

138

میرِ حجاز

اختر حسین عزمی

ابوسفیان، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کے باوجود قریش کی اس وضع داری کو نبھا رہے تھے جو خاندان کی بیٹیوں کے حق میں ان کی روایت تھی۔

کنانہ کو ابوسفیان کی بات معقول لگی، چنانچہ وہ زینبؓ کو لے کر گھر واپس آ گیا۔ چند روز گزرنے کے بعد جب ماحول پر سکون ہو گیا تو کنانہ رات کی تاریکی میں ان کو ہمراہ لے کر روانہ ہو گیا۔ مکہ سے آٹھ میل دور وادی یاجج میں زیدؓ بن حارثہ اور ابوخیثمہؓ انصاری ان کے انتظار میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ جب انھیں زینبؓ مل گئیں تو وہ انھیں اپنے ہمراہ لے کر مدینہ پہنچ گئے۔

☆☆

رات کے سناٹے میں جب ایک عورت کے رونے اور نوحہ و ماتم کرنے کی آواز بوڑھے اسود بن مطلب کے کانوں میں پڑی تو اس نے اپنے غلام کو آواز دی۔ جب غلام حاضر ہوا تو اسود نے اسے حکم دیا: ''جاؤ اور معلوم کرو کہ کیا قریش نے اپنے مقتولوں پر آہ و بکا اور نوحہ و ماتم کرنے کی اجازت دے دی ہے؟ تاکہ میں بھی رو پیٹ کر اپنے بیٹوں کے قتل کے غم کو ہلکا کر سکوں۔ غم سے میرا سینہ جلا جا رہا ہے۔''

اسود بن مُطلب کے دو سردار بیٹے زمعہ اور عقیل اور ایک پوتا حارث بن زمعہ جنگ بدر میں قتل ہو گئے تھے۔ بڑھاپے میں جبکہ اس کی بینائی بھی ختم ہو چکی تھی، وہ اپنے جواں سہاروں سے محروم ہو چکا تھا۔ وہ نوحہ و ماتم کر کے اپنے غم کا اظہار کرنا چاہتا تھا لیکن اہلِ مکّہ کے ایک فیصلے کی رُو سے نوحہ گری پر پابندی کے باعث وہ کھل کر اپنے جذبات کا اظہار کرنے سے بھی قاصر تھا۔ اسود بن مُطلب بھی اللہ کے رسول کو اذیتیں دینے والوں میں شامل تھا۔ اس کی اذیت رسانی سے تنگ آ کر نبیِ اکرم نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا تھا: ''الٰہی اس دل کے اندھے کو آنکھوں سے بھی اندھا کر دے۔ اور یہ اپنے بیٹوں کی موت پر روئے۔''

اسود کا غلام تیزی سے اس سمت گیا جدھر سے رونے کی آواز آ رہی تھی۔ کچھ ہی دیر بعد وہ واپس آیا تو اس نے بتایا: ''وہ تو ایک عورت ہے جو اپنے گمشدہ اُونٹ پر رو رہی ہے۔''

غلام کی یہ بات سن کر اسود اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکا اور بے اختیار اس کی زبان پر یہ اشعار جاری ہو گئے:

''رو رہی ہے وہ کہ اس کا اُونٹ ہے گم ہو گیا
اور بے خوابی نے اس کی نیند کر دی ہے حرام
کہہ دو اس کو اُونٹ گم ہونے پہ نہ نوحہ کرے
اور اگر آنسو بہانے ہیں تو روئے بدر پر
قسمتیں پھوٹیں ہماری جس سبب
اور ہمارے سُور مامارے گئے
شیر تھے شیروں کے حارث اور عقیل
اور زمعہ کا کوئی ہمسر نہ تھا
معرکۂ بدر نہ ہوتا تو نہ ہوتے کبھی
آج یہ سردار جو ہیں کم ظرف اور کم نظر

☆☆

''اے صفوان! اگر مسلمانوں نے تیرے باپ کو قتل کر کے تیرا دل زخمی کیا ہے تو میرے نوجوان بچے کے جنگی قیدی بننے پر میں بھی دکھی ہوں۔''

عمیر بن وہب جمحی نے اپنے چچازاد صفوان سے کہا۔ وہ دونوں چچا زاد بھائی حطیم میں بیٹھے اپنا اپنا دکھڑا ایک دوسرے کو سنا رہے تھے۔ عمیر بن وہب اپنی دور اندیشی اور معاملہ فہمی کے باعث قریش میں ایک نمایاں مقام رکھتا تھا۔ آغاز جنگ سے پہلے مسلمانوں کی جاسوسی کر کے اس نے جو اپنا مشاہدہ پیش کیا تھا، قریش نے جنگ میں مسلمانوں کو ویسا ہی پایا لیکن اس نے اپنی اس معاملہ فہمی کو اسلام کو نیچا دکھانے میں صرف کیا۔ میدانِ بدر سے جب قریش نے فرار اختیار کیا تو یہ بھی بھاگنے والوں میں آگے آگے تھا لیکن اس کے بیٹے کو مسلمانوں نے گرفتار کر لیا تھا۔

''واللہ! جو لوگ بدر میں مارے گئے ان کے بعد تو زندگی میں کوئی مزا ہی نہیں رہا۔''

صفوان بن اُمیّہ نے کہا۔

''واللہ تم نے سچ کہا۔'' عمیر نے صفوان کی بات سے اتفاق کیا۔ دونوں کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف بغض و عناد کے شعلے بھڑک رہے تھے۔ عمیر تو اپنی زندگی سے اتنا بیزار تھا کہ وہ تیار تھا کہ کسی قومی مقصد کے لیے اپنے آپ کو قربان کر دے لیکن اس کی ایک مجبوری نے اس کے ہاتھ پاؤں باندھ رکھے تھے۔ وہ کہنے لگا:

''واللہ! اگر مجھ پر قرض کا بار نہ ہوتا جس کے ادا کرنے کی میرے پاس کوئی صورت نہیں اور بال بچے نہ ہوتے جن کے برباد ہو جانے کا مجھے اپنے بعد خوف ہے تو سوار ہو کر محمدؐ کو قتل کرنے نکل کھڑا ہوتا اور ان کے پاس جانے کے لیے میرے لڑکے کی رہائی کا بہانہ بھی میرے پاس ہے۔''

صفوان کے دل میں اپنے باپ اُمیّہ اور بھائی علی بن اُمیّہ کے قتل کے باعث ایک آگ سی سُلگ رہی تھی۔ اس نے اپنی آتشِ انتقام کی تسکین کے لیے اس موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے کہا: ''اے عمیر! میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں تیرا سارا قرضہ ادا کر دیتا ہوں۔ تیرے اہل و عیال میرے بچوں کے ساتھ رہیں۔ اگر اس مہم کو سر کرنے میں تیرے ساتھ کوئی سانحہ پیش آیا تو میں ان کے جملہ اخراجات کا زندگی بھر کفیل رہوں گا۔''

دونوں کے درمیان راز داری کا وعدہ ہوا کہ ان دونوں کے سوا کسی کو بھی اس کی خبر نہ دیں گے۔ اس کے بعد عمیر نے اپنی تلوار تیز کرنے اور زہر میں بجھوانے کے لیے دے دی۔ بالآخر زہر آلود تلوار لے کر وہ مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔

جاری ہے

خط کتابت کا پتا: دفتر روزنامہ اسلام، ناظم آباد، کراچی bkislam4u@gmail.com, 021 366 099 83

ادارہ روزنامہ اسلام کی تحریری اجازت کے بغیر بچوں کا اسلام کی کوئی تحریر کہیں شائع نہیں کی جاسکتی۔ بصورت دیگر ادارہ قانونی چارہ جوئی کرنے کا حق رکھتا ہے۔

سالانہ زر تعاون: اندرون ملک 2000 روپے بیرون ملک ایک میگزین 25000 روپے دو میگزین 28000 روپے انٹرنیٹ: www.dailyislam.pk

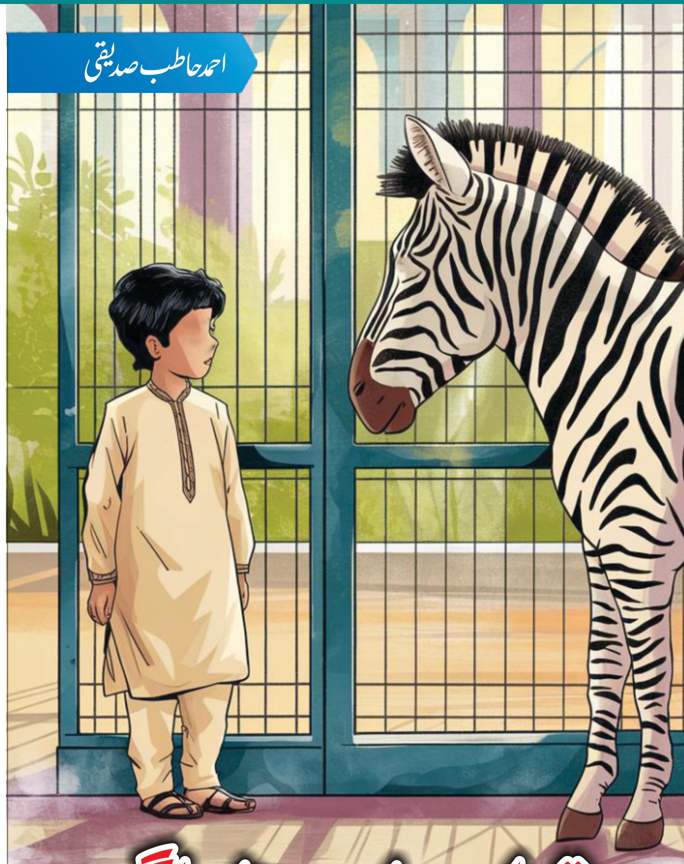

قباچہ اور چڑیا گھر

احمد حاطب صدیقی

زوبی میاں ہیں تو ننھے منے سے، مگر آپ کو یقین نہیں آئے گا کہ اتنی سی عمر میں ان کے چشمہ لگ چکا ہے۔ بات یہ ہے کہ امی ابو کی بات ایک کان سے سنتے، دوسرے سے اڑا دیتے۔ کہنا ماننے کی عادت تو بالکل ہی ختم ہوگئی تھی۔ امی کہتیں کہ ''زوبی بیٹا! باہر دھول مٹی میں مت کھیلا کرو، آنکھوں میں گرد پڑے گی تو آنکھیں خراب ہوجائیں گی اور کپڑے الگ گندے ہوں گے۔''

اور زوبی صاحب فرماتے کہ ''ارے امی! گڈو، پپو، رجو، عالی کے اوپر جب میں دھول پھینکتا ہوں تو وہ اس بری طرح بھاگتے ہیں کہ میں خود ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہوجاتا ہوں۔ سچی بڑا مزہ آتا ہے۔''

امی ڈانٹتیں: ''ارے نالائق، دوسرے بچوں پر بھی مٹی اڑاتا ہے! چھی چھی کتنی بری بات ہے، خبردار جو تم نے اب ایسی حرکت کی، تمھارا باہر نکلنا بند کردوں گی۔''

مگر زوبی میاں باہر نکلنے سے کب باز آنے والے تھے، امی ابو کی ذرا نظر بچی اور نکل گئے۔ باہر جو بچہ سامنے آیا اس پر دھول مٹی اڑانی شروع کردی، البتہ دوسرے ہی بچوں کا باہر نکلنا بند ہوگیا۔ وہ دیکھتے کہ باہر گلی میں زوبی میاں اچھلتے کودتے اور چھلانگیں لگاتے دوڑ رہے ہیں تو گھبرا گھبرا کر اپنے گھروں کی سمت دوڑ جاتے۔

یہی نہیں، ابو نے بھی ہزار دفعہ منع کیا کہ زوبی بھئی تم اتنے نزدیک کمپیوٹر اسکرین مت دیکھا کرو۔ جب دیکھنا ہو تو سامنے والی دیوار کے ساتھ جو کرسیاں رکھی ہیں ان پر بیٹھ کر دیکھا کرو اور صرف بچوں کے پروگرام دیکھا کرو۔ ہر وقت اسکرین سے لگے بیٹھے رہو گے تو نظریں کمزور ہوجائیں گی۔''

مگر ابو کی بات پر بھی انھوں نے کان نہ دھرا۔ اگر ابو ڈرائنگ روم میں مہمانوں کے ساتھ بیٹھے ہوتے اور امی باورچی خانے میں مصروف ہوتیں تو آپ انٹرنیٹ آن کر کے یوں سمجھیے کہ بس اسکرین پر آنکھیں چپکا لیتے۔ اسکرین دیکھنے کی ایسی بری لت تھی کہ پڑھائی لکھائی بھی چوپٹ ہوگئی تھی۔

صبح سویرے اگر کبھی دادا ابا اخبار پڑھتے پڑھتے اپنا چشمہ میز پر بھول کر چلے جائیں تو زوبی میاں اُن کا چشمہ لگا کر خود ہی دادا ابا بن جاتے اور انھی کی طرح ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر جھوٹ موٹ اخبار پڑھنے لگتے۔

دادا ابا نے کئی مرتبہ انھیں عین موقع پر کانوں سے پکڑ لیا۔ اُن کی ناک پر سے چشمہ اتار کر ہلکی سی چپت لگائی، انھیں پیار کیا اور سمجھایا کہ زبیر بیٹے! یہ نظر کا چشمہ ہے اسے مت لگایا کرو ورنہ خود تمھاری نظریں کمزور ہوجائیں گی۔''

مگر زبیر صاحب جنھیں ہر کوئی سوائے دادا جان کے، زوبی کہتا تھا، کب ماننے والے تھے۔ جب بھی شیما، جویریہ، ہنی اور طلحہ پر دھونس جمانی ہوتی، جھٹ دادا ابا کا چشمہ نکال لاتے اور اپنی ناک کی پھننگ پر اٹکا کر حکم چلانے لگتے:

چلو اخبار لاؤ! شیما تم نے سنا نہیں؟!

ہنی! تم میری چھڑی تو لے آؤ۔

جویریہ: میرا سر دباؤ۔

طلحہ، مجھے پانی پلاؤ۔

سارے بچے دوڑ دوڑ کر ان نقلی دادا ابا کا حکم بجالاتے، ورنہ باہر نکلتے ہی ان کی شامت آجاتی کہ اچھے خاصے صاف ستھرے اجلے اجلے کپڑے پہن کر نکلتے اور دھول میں نہا کر روتے پیٹتے گھر میں واپس آجاتے۔

امی تو کئی بار پٹائی بھی کر چکی تھیں مگر خدا جانے اس لڑکے کو کیا مزہ آتا تھا کہ ہر وقت خود بھی دھول مٹی میں اٹا رہتا اور دوسروں کو بھی بھوت بنائے رکھتا۔ ہر شخص عاجز آیا ہوا تھا۔ ذرا بڑے ہوئے اور کچھ پڑھنے لکھنے کے قابل ہوئے تو چچا جان نے انھیں بچوں کا رسالہ لا کر دینا شروع کیا کہ اس بہانے ایک تو گھر میں رہیں گے خود بھی اوٹ پٹانگ حرکتوں سے بچے رہیں گے اور دوسرے بچے بھی ان کی بلائے ناگہانی سے امان پائیں گے۔ دوسرے یہ کہ ان کی معلومات میں اضافہ ہوگا اور اچھی باتیں سیکھیں گے، تو ذرا ڈھنگ کے آدمی بنیں گے، مگر وہاں بھی انھوں نے ایک اعلیٰ درجہ کی حرکت شروع کردی یعنی رسالہ بھی لیٹ کر پڑھنے لگے۔ امی، ابو، چچا جان، دادا ابا اور ہر شخص انھیں سمجھا سمجھا کر تھک گیا کہ بیٹا لیٹ کر نہیں پڑھتے، آنکھیں خراب ہوجائیں گی۔

مگر زوبی کی تو ایسا لگتا تھا کہ کمر کی ہڈی ہی ٹوٹ چکی ہے۔ بیٹھ کے پڑھتے تو کسی نے انھیں کبھی دیکھا ہی نہیں، بس جب مولوی صاحب پڑھانے آتے تو مارے باندھے کسی طرح بیٹھ جاتے اور جھوم جھوم کے پڑھتے کہ کئی مرتبہ تو ان کا سر مولوی صاحب کی ناک سے اس بری طرح لگا کہ مولوی صاحب نے بھنا کر ان کے تھپڑ جڑ دیا۔

آخر ایک دن ایسا ہوا کہ زوبی میاں اسکول جاتے ہوئے راستے میں بندر کا تماشا دیکھنے لگے اور اسکول پہنچنے میں دیر ہوگئی، وہاں پہنچے تو مس نے ان سے دیر سے آنے کی وجہ پوچھی۔ کوئی سچ مچ کی معقول وجہ ہوتی تو بتاتے، لگے آئیں بائیں شائیں کرنے کہ

وہ......مس......وہ ذرا......بس میں ذرا مس......''

اتنے میں فضیل نے جوان کے ساتھ ہی چلے تھے، مگر تماشا دیکھنے نہیں رکے اور وقت پر اسکول پہنچ گئے تھے مس کو بتا دیا کہ:

''مس! یہ راستے میں بندر والے کا تماشاہ دیکھنے رک گئے تھے۔''

بس زوبی میاں کی تو شامت آگئی، مس نے ان سے زور زور سے گن کر ۲۵ مرتبہ کان پکڑ کر اٹھک بیٹھک کرنے کو کہا۔ بے چارے ۱۵ تک گن کر گنتی بھول گئے کہ کہاں تک تھے۔ نتیجہ یہ کہ سزا کے طور پھر شروع سے گننا پڑا۔

پھر جو بچے وقت پر پہنچے تھے وہ آگے کی کرسیوں پر بیٹھ چکے تھے۔ زوبی میاں کو بیٹھنے کے لیے پیچھے جگہ ملی۔ مس نے بلیک بورڈ پر ایک سوال لکھا اور سب سے پہلے زوبی سے اس کا جواب پوچھا۔ زوبی میاں نے سوال پڑھنے کی کوشش کی تو ایسا معلوم ہوا کہ جیسے بلیک بورڈ پر دھند چھا گئی ہو، انھیں کچھ نظر نہیں آرہا تھا اور لکھا ہوا سوال تو ایسے نظر آرہا تھا جیسے کبھی کبھی ٹی وی پر دھندلی تصویریں دکھائی جاتی ہیں جو بعد میں بالکل ٹھیک نظر آنے لگتی ہیں، زوبی نے کئی بار آنکھیں پٹ پٹائیں، انہیں ہتھیلیوں سے رگڑا، مگر کچھ صاف دکھائی نہ دیا، آخر روہانسے ہو کر پوچھا کہ:

''مس! آپ نے کیا لکھا ہے؟''

مس پریشان ہوگئیں، انھیں تختہ سیاہ کے قریب لائیں تو انھوں نے سوال کو فرفر فر پڑھ دیا، مگر جواب نہ دے سکے، کچھ یاد کیا ہوتا تو جواب دیتے۔

مس پریشان ہوگئیں کہ انھیں سزا دینے کے بجائے اگلی بنچوں پر بٹھایا اور گھر جاتے وقت زوبی کی امی کے نام ایک خط لکھ کر دیا۔ نتیجہ یہ کہ اگلے ہی روز زوبی صاحب اپنے ابو کے ساتھ آنکھوں کے ایک ڈاکٹر کے کلینک میں گھومنے والے اسٹول پر بیٹھے اپنی آنکھیں چیک کرا رہے تھے اور اس کے دو روز بعد ایک موٹا سا چشمہ ان کا کان پکڑے ان کی ناک پر براجمان تھا، مگر یہ چشمہ دادا ابا کا نہیں، ان کا اپنا تھا۔

اتفاق سے انہی دنوں وہ ٹانگ بھر کے فاصلے سے ایک کارٹون دیکھ رہے تھے۔ اس کارٹون میں ایک مسخرا تھا جو اوٹ پٹانگ حرکتیں کرتا تھا اور زوبی صاحب کی طرح بغیر چشمہ لگائے کوئی چیز پڑھ سکتا تھا نہ دیکھ سکتا تھا۔ یہ مسخرا کردار بچوں میں بہت مقبول ہوگیا تھا، اس کردار کا نام تھا قباچہ!

زوبی میاں کے چشمہ لگا تو ان سے تنگ آتے ہوئے بچوں نے اگلی پچھلی ساری کسر نکال لی اور ان کا نام بھی قباچہ رکھ چھوڑا۔ اب زوبی میاں جدھر سے گزرتے آواز آتی، قباچہ، قباچہ۔

اب ایک دلچسپ قصہ سنیے، ایک دن امی ابو نے بچوں کو چڑیا گھر دکھانے کا پروگرام بنایا۔ ابو نے اپنے آفس سے ایک بڑی سی وین کرائے پر حاصل کر لی اور امی، ابو، راجو، عالی، گڈو، پپو، طلحہ، شیما، ہنی، جویریہ اور زوبی عرف قباچہ سب ہنستے گاتے، مسکراتے اور کھلکھلاتے چڑیا گھر روانہ ہوئے، چڑیا گھر پہنچ کر تو بچوں کے مزے آگئے۔ ہاتھی، بھالو، ہرن، شیر، چیتے، بندر، لومڑی، طوطے، رنگ برنگی مچھلیاں، طرح طرح کے سانپ، بڑے بڑے اژدھے، خوبصورت بطخیں، اونچے اونچے زرافے اور دوسرے بہت سے جانور دیکھ دیکھ کر سب بچوں کی خوشی سے باچھیں کھلی جارہی تھیں۔ امی ابو نے کہہ رکھا تھا کہ سب بچے ایک دوسرے کا ہاتھ تھام کر چلیں تاکہ کوئی بھیڑ میں گم نہ ہو، مگر زوبی صاحب طلحہ سے ہاتھ چھڑا کر آگے آگے دوڑنے لگے۔ طلحہ نے چلا کر کہا: ''امی! دیکھیے قباچہ آگے آگے بھاگ رہا ہے۔''

امی نے آواز دی: ''زوبی، زوبی۔''

ابو نے پکارا: ''زبیر''

سب بچے ایک ساتھ چلائے: ''قباچہ۔''

تو زوبی صاحب سے پہلے ایک بڑے سے پنجرے میں ایک خوبصورت سا زیبرا کودتا

بھاگتا ہوا آیا اور اپنے پنجرے کی جالیوں کے قریب آ کر قباچہ اور بچوں کو دیکھ کر بالکل قباچہ کے انداز میں مسکرانے لگا۔

بچوں نے خوش ہو کر تالیاں بجائیں اور شیما کہنے لگی کہ امی یہ تو جانوروں کا قباچہ لگتا ہے۔

اس پر زور کا قہقہہ پڑا اور قباچہ صاحب بس کھسیا کر رہ گئے۔

گھر واپس آئے تو سبھی تھک چکے تھے۔ کھانا کھانے کے تھوڑی دیر بعد سبھی اپنے اپنے بستر پر پڑ کر سو گئے، خود زوبی یعنی قباچہ بھی۔

ابھی زوبی کو سوئے ہوئے تھوڑی ہی دیر ہوئی ہوگی کہ انھوں نے محسوس کیا کہ وہ اسی چڑیا گھر میں گھوم رہے ہیں جہاں آج دن میں گئے تھے، گھومتے گھومتے اور مختلف جانوروں کے پنجروں کے پاس سے گزرتے ہوئے اچانک انھیں ایک آواز سنائی دی: ''قباچہ......''

انھوں نے مڑ کر دیکھا تو وہی زیبرا کارٹون والے قباچہ کے انداز میں ہنس رہا تھا اور انھیں دیکھ کر خوش ہو رہا تھا۔ زوبی صاحب اسے بولتے دیکھ کر بڑے حیران ہوئے، اس کے قریب جا کر پوچھا کہ زیبرا صاحب! کیا آپ نے مجھے بلایا تھا۔

یہ سن کر زیبرا پھر قباچہ کے انداز میں ہنسنے لگا اور اپنی گردن اوپر سے نیچے ہلاتے ہوئے بولا: ''جی، جی، جی ہاں میں نے ہی آپ کو بلایا تھا، ہی ہی ہی۔''

''میں نہیں بولتا تم سے۔'' زوبی صاحب اس سے بے تکلف ہوتے ہوئے بولے: ''جب میرے امی ابو اور دوسرے بچوں نے مجھے آواز دی تھی تو تم دوڑ کر کیوں آئے تھے، میری کتنی انسلٹ ہوئی۔''

زیبرا ایک بار پھر قباچہ کے انداز میں ہنسا۔ ''ہی ہی ہو ہو ہو ہو...... بھئی اصل میں میرا نام زیبرا ہے اور میری امی بھی مجھے بچپن میں پیار سے زوبی کہتی تھیں۔''

''لیکن بچے تو مجھے قباچہ کہہ رہے تھے، پھر تم کیسے سمجھے کہ تمھیں بلایا ہے۔''

''بھئی اصل میں میرے ساتھی جانور میری حرکتوں کی وجہ سے مجھے بھی قباچہ کہتے ہیں، ہو ہو ہو ہی ہی ہی!''

''لیکن تمھاری امی کہاں ہیں، وہ تو کہیں نظر نہیں آ رہیں، پھر تم نے کیسے سمجھا کہ تمھاری امی نے تمھیں آواز دی ہوگی، یا تمھارے ابو نے، کیونکہ تمھارے ابو بھی کہیں دکھائی نہیں دے رہے ہیں۔''

''بھئی میرے امی ابو تو جنگلوں میں رہ گئے ہیں، مجھے پکڑ کر یہاں لے آیا گیا، میں سمجھا کہ شاید انھیں بھی پکڑ کر لے آیا گیا ہے، تو میری امی، زوبی، زوبی کہہ کر مجھے بلا رہی ہیں اور شاید ابو بھی آ گئے ہیں، جو زیبرا کہہ کر بلا رہے ہیں اور میرے ساتھی جانور ان سے ملوانے کے لیے مجھے پکار رہے ہیں کہ: قباچہ!''

''اچھا یہ بتاؤ کہ تمھارا کس خاندان سے تعلق ہے، ہوسکتا ہے کہ میں تمھارے امی ابو کا پتا لگانے میں کامیاب ہو جاؤں۔''

''میرا گھوڑوں کے خاندان سے تعلق ہے۔''

''مگر تم شکل سے گھوڑے تو نہیں لگتے، گھوڑوں پر تو یہ دھاریاں نہیں ہوتیں۔''

''بات دراصل یہ ہے کہ سارے گھوڑے تو ننگے پتنگے رہتے ہیں البتہ قدرت نے مجھے لباس پہنا دیا ہے۔''

''یہ کیسا لباس ہے؟ تمھارا کرتا پاجامہ تو عجیب سا ہے۔''

''ہو ہو ہو ہو ہی ہی ہی...... اصل میں مجھے دھاری دار کرتا اور پاجامہ پہنایا گیا ہے۔''

''اچھا یہ بتاؤ کہ کیا تمھارا امی ابو سے ملنے کا جی نہیں چاہتا؟''

''جی کیوں نہیں چاہتا مگر اصل بات یہ ہے کہ میں اپنے امی ابو کا کہنا نہیں مانتا تھا، ہر مرتبہ ان کو چھوڑ کر آگے آگے بھاگ رہا ہوتا تھا کہ مجھے انسانوں نے پکڑ لیا اور یہاں چڑیا گھر لے آئے۔''

''تو کیا تمھارے امی ابو نے یہ نہیں بتایا تھا کہ اگر تم بچھڑ گئے تو تمھیں انسان پکڑ کر لے جائیں گے۔''

''بتایا تھا اور یہ بھی بتایا تھا کہ انسانوں نے بڑے بڑے چڑیا گھر بنا رکھے ہیں، جہاں وہ ہم جانوروں کو رکھتے ہیں۔''

''تو کیا تمھارے امی ابو چڑیا گھر میں رہ چکے تھے؟''

''جی نہیں، میرے امی ابو کو معلومات بہت تھیں انھیں چڑیا گھروں کے بارے میں بہت سی باتیں پتا تھیں۔ مثلاً انھوں نے بتایا کہ دنیا کا سب سے پہلا چڑیا گھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے بھی ایک ہزار ایک سو پچاس سال پہلے یعنی ۱۱۵۰ قبل مسیح میں چین کے ایک بادشاہ نے قائم کیا تھا۔''

''اس چڑیا گھر کا ٹکٹ کتنے کا تھا؟''

''ہو ہو ہو ہو ہی ہی ہی!'' زیبرا پھر قباچہ کے انداز میں ہنسنے لگا اور پھر بتایا کہ اس چڑیا گھر میں عام لوگوں کو جانے کی اجازت نہیں تھی، صرف بادشاہ اور اس کے مہمان ہی اس چڑیا گھر کو دیکھ سکتے تھے۔''

''کیا عام لوگ اپنے لیے چڑیا گھر نہیں بنا سکتے تھے؟''

''اصل میں چڑیا گھر بنانے میں بہت پیسے خرچ ہوتے ہیں، اس لیے اس زمانے میں صرف بادشاہ، نواب، امراء اور روساء ہی چڑیا گھر بنا سکتے تھے۔''

''بادشاہ اور نواب تو میں جانتا ہوں مگر آگے تم نے دو اور نام کیا لیے ہیں۔''

''ہی ہی ہی ہو ہو ہو! بھئی امراء و روساء، امیر آدمیوں کو یعنی بہت سارے امیروں کو امراء کہتے ہیں اور جو لوگ رئیس ہوتے ہیں یعنی بہت مال و دولت والے تو ان کی جمع روساء ہے۔''

''اچھا اچھا تو عام آدمیوں کے لیے چڑیا گھر بنا؟''

''تمام آدمیوں کے لیے چڑیا گھر پیرس میں ۱۷۹۳ء میں قائم ہوا تھا۔ اس میں جانوروں کے علاوہ ایک عجائب گھر اور ایک خوبصورت باغ بھی تھا۔''

''او ہو پھر تو وہاں بڑا مزہ آتا ہوگا۔''

''ہاں اور دوسرا بڑا چڑیا گھر ۱۸۲۹ء میں ریجنٹ پارک لندن میں قائم ہوا پھر برلن کا چڑیا گھر بنا جو ۱۸۴۴ء میں شروع ہوا تھا اور دنیا کا سب سے بہترین اور سب سے عمدہ چڑیا گھر بن گیا۔ آپ کے ملک میں سب سے بڑا اور سب سے اچھا چڑیا گھر لاہور میں ہے۔''

''اچھا زیبرا صاحب یعنی زوبی عروف قباچہ بھائی! آپ کا بہت بہت شکریہ آپ نے ہمیں معلوماتی باتیں بتائیں۔''

''آپ کا بھی شکریہ زوبی بھائی یعنی قباچہ بھائی! کہ آپ نے میری باتیں سنیں ورنہ سب یہاں مجھے دیکھنے آتے ہیں، مجھ سے باتیں کوئی نہیں کرتا۔''

جب زوبی میاں واپس جانے لگے تو زیبرا آوازیں لگاتا اور ہنستا رہا۔

''ہو ہو، ہو ہو، ہی ہی، ہی ہی قباچہ، قباچہ، قباچہ۔''

پھر یہ آوازیں بڑھنے لگیں اور جیسے سارے لوگ چلا رہے ہوں:

''قباچہ، قباچہ، قباچہ۔''

زوبی میاں کی آنکھ کھل گئی۔

سارے بچے اٹھ چکے تھے اور شور مچا مچا کر انھیں جگا رہے تھے۔

☆☆☆

سید رفیع الدین ہاشمی

فاطمہ بنت عبداللہ

تاریخ اسلام میں حق و باطل کے بہت سے معرکے ملتے ہیں۔ آج سے تقریباً پون صدی قبل طرابلس (موجودہ ملک لیبیا) میں ایسا ہی ایک معرکہ پیش آیا جو جنگِ طرابلس کے نام سے مشہور ہے۔ علامہ اقبال کی نظم 'فاطمہ بنت عبداللہ' اسی یادگار واقعے سے متعلق ہے۔

فاطمہ شیخ عبداللہ کی بیٹی تھی جو اپنے قبیلے کے سردار تھے۔ وہ گیارہ برس کی تھی، جب جنگِ طرابلس کا واقعہ پیش آیا۔ اُس جنگ میں ایک طرف اطالوی تھے، جن کی تعداد بارہ ہزار تھی۔ اُن کے مقابلے میں ترک اور عرب مسلمانوں کی نفری صرف تین ہزار تھی۔

مسلمانوں کے لیے یہ بڑا نازک موقع تھا۔ اطالوی، لیبیا پر چڑھ دوڑے تھے اور وہاں قبضہ کر کے مسلمانوں کو غلام بنانا چاہتے تھے، چنانچہ اپنے دفاع کے لیے مسلمان مردوں کے ساتھ عورتیں بھی میدان میں نکل آئیں۔ مرد تو میدانِ جنگ میں دادِ شجاعت دے رہے تھے جبکہ خواتین لڑائی کی پچھلی صفوں میں زخمیوں کی دیکھ بھال میں مصروف تھیں۔ فاطمہ بھی انھی میں شامل تھی۔ وہ اپنا مشکیزہ کندھے سے لٹکائے بڑے ذوق و شوق سے سپاہیوں کو پانی پلانے کی خدمت بجا لا رہی تھی۔ مسلمانوں کے ہاں یہ ایک پرانی روایت تھی۔ دورِ رسالت میں بھی ایسی کئی مثالیں ملتی ہیں۔ غزوۂ احد میں مسلم خواتین نے حالتِ جنگ میں غازیوں اور زخمیوں کو پانی پلانے کا کام سرانجام دیا۔ اسی طرح وہ طبی خدمات بھی بجا لاتی رہیں۔

ماہِ جون میں اول تو گرمی کی شدت، پھر صحرا میں چلنے والی گرم لُو، ایسے میں میدانِ جنگ میں ٹھہرنا بڑے جان جوکھوں کا کام ہوتا ہے۔ گھمسان کی جنگ جاری تھی۔ اطالویوں کی گولہ باری سے یوں لگتا تھا جیسے آسمان سے آگ برس رہی ہو۔ ریت اُڑ اُڑ کر فاطمہ کے چہرے، گردن اور بالوں پر جم گئی تھی، مگر وہ جذبۂ خدمت سے سرشار تھی، وہ نہایت انہماک اور تندہی کے ساتھ زخمیوں کو پانی پلانے میں لگی ہوئی تھی۔ اسی عالم میں اس نے جامِ شہادت نوش کیا۔

فاطمہ کی شہادت کا واقعہ اس طرح ہے کہ میدانِ جنگ میں چند مسلمان مجاہد زخم کھا کر گرے تھے تو فاطمہ ان کی طرف لپکی اور انھیں پانی پلانا چاہا۔ اس پر ایک بدبخت اطالوی سپاہی نے اس کا گریبان پکڑ کر کھینچا، فاطمہ بپھر کر اٹھی۔ اس نے زخمی مجاہد کی تلوار لی اور حملہ آور اطالوی پر تلوار کا ایک بھرپور وار کیا۔

اطالوی کا پہنچا کٹ کر لٹک گیا۔ اس نے غصے میں آ کر فاطمہ پر بندوق کا فائر کھول دیا۔ فاطمہ ربِّ اعلیٰ سے جا ملی۔ اس جنگ میں فاطمہ، اس کے والدین اور تمام رشتے دار شہید ہو گئے۔ اطالویوں کے مقابلے میں مسلمانوں کی تعداد ایک چوتھائی تھی، مگر جس ایمانی جذبے کا مظاہرہ فاطمہ نے کیا تھا وہ تمام مسلمانوں میں کارفرما تھا، چنانچہ کم تعداد کے باوجود انھیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے دشمن پر فتح نصیب ہوئی۔

علامہ اقبال رحمہ اللہ تعالیٰ نے 'فاطمہ بنت عبداللہ' کے جذبۂ شجاعت سے متاثر ہو کر ایک نظم لکھی:

فاطمہ! تو آبروئے امتِ مرحوم ہے
ذرہ ذرہ تیری مشتِ خاک کا معصوم ہے
یہ سعادت، حورِ صحرائی! تری قسمت میں تھی
غازیانِ دیں کی سقائی تری قسمت میں تھی
یہ جہاد اللہ کے رستے میں بے تیغ و سپر
ہے جسارت آفریں شوقِ شہادت کس قدر
یہ کلی بھی اس گلستانِ خزاں منظر میں تھی
ایسی چنگاری بھی یارب، اپنی خاکستر میں تھی!
اپنے صحرا میں بہت آہو ابھی پوشیدہ ہیں
بجلیاں برسے ہوئے بادل میں بھی خوابیدہ ہیں!
فاطمہ! گو شبنم افشاں آنکھ تیرے غم میں ہے
نغمۂ عشرت بھی اپنے نالۂ ماتم میں ہے
رقص تیری خاک کا کتنا نشاط انگیز ہے
ذرہ ذرہ زندگی کے سوز سے لبریز ہے
ہے کوئی ہنگامہ تیری تربتِ خاموش میں
پل رہی ہے ایک قومِ تازہ اس آغوش میں
بے خبر ہوں گرچہ ان کی وسعتِ مقصد سے میں
آفرینش دیکھتا ہوں ان کی اس مرقد سے میں
تازہ انجم کا فضائے آسماں میں ہے ظہور
دیدۂ انساں سے نامحرم ہے جن کی موجِ نور
جو ابھی ابھرے ہیں ظلمت خانۂ ایام سے
جن کی ضو ناآشنا ہے قیدِ صبح و شام سے
جن کی تابانی میں اندازِ کہن بھی، نو بھی ہے
اور تیرے کوکبِ تقدیر کا پرتو بھی ہے

علامہ اقبال رحمہ اللہ کے نزدیک فاطمہ جیسی معصوم اور پاکیزہ سیرت بچی نے اسلامی تاریخ میں بہادری کا ایک بے مثال نمونہ پیش کیا ہے۔ علامہ اقبال کے نزدیک فاطمہ بنت عبداللہ کی ذات مسلم بچوں اور بچیوں کے لیے ایک ایسا نمونہ ہے جس کی تقلید سے مسلم امہ کی تقدیر بدل سکتی ہے۔

مشکل الفاظ کے معنی:

مشتِ خاک: مٹھی بھر خاک، سقائی (saqqaa.ii): پانی بھر کر لانا یا پلانا،
آہو (aahuu): ہرن، نغمۂ عشرت: عیش کا گیت،
نالہ ماتم (naala-e-alam): غم کی فریاد،
نشاط انگیز (nishaat-a.ngez): خوشی کو بڑھانے والا، سوز (soz): دردناک،
تربت (turbat): قبر، آفرینش (aafriinish): عدم سے وجود میں آنا،
ظلمت (zulmat): اندھیرا، ضو (zau): روشنی، کہن (kuhan): پرانا، نو (nau): نیا،
کوکبِ تقدیر: تقدیر کا ستارہ، پرتو (partav): عکس، پرچھائیں۔

کراچی انٹرنیشنل ایکسپو بک فیئر 2024ء

اشتیاق احمد کے یہ ناول اور کتابیں آدھی قیمت پر خریدنے کے لیے ہمارے اسٹال پر تشریف لائیے!

تاریخ: 12 دسمبر تا 16 دسمبر

مقام: ایکسپو سنٹر، کراچی

اشتیاق احمد کے ایسے ناول اور کتابیں جو شاید آپ نے پہلے کبھی نہ پڑھی ہوں!

کراچی کے علاوہ دیگر شہروں کے قارئین بھی گھر بیٹھے آدھی قیمت پر خرید سکتے ہیں۔

انسپکٹر جمشید سیریز خاص نمبر	
غار کا سمندر	1950/-
دائرے کا سمندر	1400/-
سنہری چٹان	1350/-
جیرال+ابطال	1200/-
وادیٔ خوف	1200/-
دنیا کے اس پار	950/-
قیامت کے باغی	950/-
بگران کا جال	950/-
جزیرے کا سمندر	900/-
دلدل کا سمندر	900/-
سی مون کی واپسی	900/-
دنیا کے قیدی	900/-
بلیک ہول	900/-
برف کے اس پار	850/-
دوسری دنیا کا انسان	850/-
سرلاس	850/-
باس کا نام	850/-
روٹان 3	850/-
سمندر کی آگ	750/-
حیرت کا سمندر	750/-
جھیل کی موت	750/-
یوڈا پر حملہ	650/-
بے دل انسان	650/-
جیکان کی واپسی	650/-
دفن شدہ شہر	650/-
آخری سمندر	650/-
وادیٔ دہشت	650/-
ژابنائے مہم	650/-
اغوا کی موت	600/-
اغوا کی ملکہ	600/-
جوارا ٹا کا وار	600/-
دشمن چٹانیں	550/-
ثبوت کی تلاش	500/-
خزانے کا طوفان	350/-
انسانی دھواں	350/-
فتنے کی چوری	350/-
سلاٹر کی واپسی	350/-
جی موف+سی مون	350/-
پرخوف فتنہ	330/-

پھانسی گھر	330/-
انسپکٹر جمشید سیریز میڈیم خاص نمبر	
بگ باس	300/-
ہیڈ کوارٹر کی تلاش	600/-
فرٹان لاء	600/-
مارکوش	600/-
آواز کے شکار	580/-
خزانے کی روح	550/-
سونے کا جہاز	550/-
ساحل کی موت	500/-
جاف کا جال	500/-
جن باس	500/-
اڑن طشتری کا تجربہ	500/-
جیرال کا منصوبہ	500/-
سوداگر کا قاتل	500/-
راموشا کا فتنہ	500/-
جنگ اور جنگ	500/-
گونگی چیخ	500/-
جرم کا دائرہ	500/-
گڑا مردہ	500/-
فریگین فور	500/-
ناٹاب	500/-
سورج کا خوف	500/-
چکر کی تہہ	500/-
پوری موت	500/-
کہانی کا بھوت	500/-
فتح+شکست	500/-
جن+شیطان	500/-
تصویر کی موت	500/-
جاگوراکا	500/-
مصنوعی شہر	500/-
اندھا شکار	500/-
موت کی سرنگ	400/-
جرم کی آواز	330/-
انسپکٹر جمشید سیریز منی خاص نمبر	
زولان کی واپسی	300/-
سرٹابو کا شاہکار	300/-
گمشدہ جزیرہ	300/-
سمندر کا تحفہ	300/-
چیونٹی حکومت	300/-

انسپکٹر جمشید سیریز ناول	
اشرفی کا راز	300/-
شاہی مجرم	300/-
موت کا جزیرہ	300/-
غلام خانہ	300/-
سرخ نشان	300/-
چوہے دان	300/-
آخری خواہش	300/-
خونی جال	200/-
سازش کی تہہ	200/-
سازشی چہرہ	200/-
موت کا راستہ	200/-
اندھا جرم	200/-
بیٹا کہاں ہے؟	200/-
سنگین گڑبڑ	200/-
خونی اشتہار	200/-
مقتول بھائی	200/-
سیاہی جرم کی	200/-
غار کی قبر	200/-
چابی+خط	200/-
گیس گیند	200/-
قتل کی دعوت	200/-
ثبوت	200/-
جرم کا انداز	200/-
گھڑی کا جال	200/-
گمشدگی کا راز	200/-
اغوا کا راز	200/-
اندھا وار	200/-
مجرم نمبر 2	200/-
قصبے کا اغوا	200/-
خونی عمارت	200/-
سیل کی تباہ کاری	200/-
قاتل کا قاتل	200/-
بھوت کی چوری	200/-
مکان کا شکار	200/-
مکھیوں کے قیدی	200/-
فنکار قاتل	200/-
اونٹ رے اونٹ	200/-
ظالم ہمدرد	200/-
خوشبو کا پھندا	200/-

قاتل گھرانہ	200/-
چکر بازی	200/-
فارمولے کی واپسی	200/-
موت کی سازش	200/-
آخری امید	150/-
انسپکٹر کامران مرزا سیریز	
جنگل میں چیخ	300/-
ڈاکو کا خوف	300/-
شوکی برادرز سیریز	
اپنی لاش	300/-
مردے کی دستک	300/-
انگلی کی قیمت	300/-
خوف کے شکار	300/-
نیا کارنامہ	300/-
جعلی آدمی	300/-
بلیک میلر	300/-
جھوٹ کی فصل	200/-
اندھی سازش	200/-
اغوا کا جال	200/-
متفرق جاسوسی ناول	
دس سال بعد	200/-
دانت کی چوری	200/-
مردے کی واپسی	200/-
ہولناک پروگرام	200/-
موت کی گھنٹی	200/-
فریج کی تلاش	200/-
دوسرا دوست	100/-
پراسرار مہمان	100/-
اشتیاق احمد کے 20 جاسوسی ناول کا سیٹ	
برائی کے کانٹے	300/-
ادب کے پھول	250/-
خزانہ ملتا ہے	250/-
ازلی دشمن	200/-
گھنٹی کا چکر	200/-
نادیدہ وار	150/-
موت کی دستک	150/-
ادھوری واردات	150/-
اسٹیشن کی تباہی	150/-
ڈائری کا راز	150/-
ایک روپ یہ بھی	150/-

جاسوسی تجربہ	150/-
چاند کا نشان	100/-
خوف ناک امتحان	100/-
خوف ناک کمرہ	100/-
نامعلوم طاقت	100/-
قربانی	100/-
جرم کے بعد	100/-
منصوبہ باز	100/-
مکان کا راز	100/-
اشتیاق احمد کے 17 دل چسپ ناول کا سیٹ	
سونے کی کتاب	300/-
الٰہ دین کا چراغ اور ہم	300/-
چوری کی لڑکی	250/-
اژدھے کا بیگ	250/-
بھائی جان کی تلاش	200/-
غریب بادشاہ	150/-
دوسرا چور	150/-
امی ابو مقابلہ	150/-
دو دفعہ کا ذکر ہے	150/-
کنجوس حاتم طائی	150/-
جن چچا	150/-
چور کے دانت	150/-
چالیس علی بابا، چالیس چور	150/-
خونی سیر	150/-
نیلم ہیرا	150/-
پرانا چراغ، نیا الٰہ دین	150/-
بوتل کا جن	150/-

اشتیاق احمد کی کہانیوں پر مشتمل 20 کتابیں گفٹ پیک ایڈیشن، قیمت مکمل سیٹ: 3500 روپے
ہیرے کی انگوٹھی
ناکام منصوبہ
لالچ کا بھوت
گھڑی کا چور
پراسرار مہربان
ایک کروڑ کی مسکراہٹ
امی کی سرکار میں
ہماری عدالت
آخری تاریخ
صاحب لوگ
شاطر
نقاب

سونے کا ہار
بھائی جان کا جوتا
زندگی کے کسی موڑ پر
وہی تو میں کہہ رہی ہوں
نقشِ قدم
میں برائے فروخت ہوں
وقت نہیں ہے
خوف کی قید

اشتیاق احمد کی اسلامی کتابیں	
رسول اللہ ﷺ کی باتیں	500/-
ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی باتیں	500/-
عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی باتیں	500/-
عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی باتیں	500/-
علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی باتیں	500/-
صحابہ رضی اللہ عنہم کی باتیں (3 حصے)	1500/-
قصص الانبیاء (3 حصے)	1950/-
مرزا غلام قادیانی	550/-

اشتیاق احمد کا بڑوں کے لیے ناول	
محبت ہوگئی!	700/-

آٹوگراف و ملاقات کا سنہری موقع

ہمارے اسٹال پر آپ محمد فیصل شہزاد، محمد فہیم عالم، کاوش صدیقی، ابو حفظہ سعدی، اعظم طارق کوہستانی اور بچوں کا اسلام اور خواتین کا اسلام کے دیگر لکھاریوں سے ملاقات کر سکیں گے اور ان کی کتابیں آٹوگراف کے ساتھ خرید سکیں گے۔

ہمارے اسٹال پر آنے اور گھر بیٹھے آرڈر کرنے کے لیے دیے گئے نمبر پر بذریعہ کال اور واٹس ایپ رابطہ کیجیے۔

0349-4892240

www.Kitaabnagar.com

دیکھ تیرا شہزادہ آیا ہے!

حافظ عبدالرزاق خان

ڈیرہ اسماعیل خان

’’دادی اماں آنکھیں تو کھول! دیکھ تیرا شہزادہ آیا ہے۔‘‘

مجھے لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں نرمی کو کوئی صورت دیتے تو وہ ماں کی صورت دیتے۔ میں امی جان کو دیکھوں تو یہی گمان ہونے لگتا ہے۔ میم سے مریم، میم سے ماں، میم سے ممتا اور میم سے اس کی مثالی محبت۔ جی ہاں! ایسی محبت جس کو بنیاد بنا کر پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے ستر ماؤں سے بھی زیادہ پیار کرتا ہے۔

میں نے کہیں پڑھا تھا کہ ان لوگوں پر زیادہ بھروسا مت کرنا جنھیں تم چاہتے ہو لیکن ان پر شک کبھی نہ کرنا جو تمھیں چاہتے ہیں۔ خود مرادِ نبی حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ جو لوگ تم سے محبت کرتے ہیں ان کا مان کبھی نہ توڑنا۔ امی جان مجھ سے والہانہ محبت کرتی تھیں اس کا احساس مگر مجھے بہت دیر سے ہوا۔

جیسے علامہ اقبال اپنی والدہ مرحومہ کی یاد میں لکھتے ہیں:

عمر بھر تیری محبت میری خدمت گر رہی
میں تری خدمت کے قابل جب ہوا تُو چل بسی

ہوش سنبھالتے ہی میں نے سنا تھا کہ اکلوتے بیٹے کے تو بڑے مزے ہوتے ہیں لیکن جب میں خود کو دیکھتا تو اس بات کو جھٹلا دیتا کیونکہ میرے تو کوئی اضافی مزے نہیں تھے۔ انڈا ہو کہ مالٹا، پانچ برابر حصوں میں تقسیم ہوتا، چار بہنیں ایک میں۔ کپڑے لتے سب کے ایک جیسے آتے۔ حسن سلوک میں ابو جان اولاد میں مساوات قائم رکھنے کے قائل تھے البتہ جہاں تک غیر اختیاری محبت کی بات ہے تو وہ عام خیال کے خلاف مجھ سے نہیں بلکہ ساجدہ باجی سے تھی۔ بلکہ بسا اوقات اپنے اوپر بے جا روک ٹوک کو دیکھ کر مجھے یوں محسوس ہوتا کہ ایک ہم ہی اس جہاں میں قابلِ اصلاح ہیں۔ نہ گھر سے دور جانے دیا جاتا نہ ہی فالتو جیب خرچ ملتا۔

کبھی نظریں بچا کر چھت پر پہنچتے کہ پتنگیں لوٹیں تو امی جان کی ہانک بھی ساتھ ہی پہنچ جاتی۔ کبھی ویڈیو گیم کھیلنے نکلے تو تھوڑی ہی دیر میں برقع پہنے آ دھمکتیں اور کان پکڑ کر گھر لے آتیں، اسی طرح اگر گلی محلے میں کسی سے لڑ جھگڑ بیٹھتے اور شکایت امی تک پہنچتی تو کبھی ادھار نہیں رکھا، فوراً دھنائی کر دیتیں۔ سو اب آپ ہی بتایئے میں کیسے مانوں کہ اکلوتے بیٹے کے بڑے مزے ہوتے ہیں؟ ہاں اتنا ضرور ہے کہ جب میں بیمار ہو جاتا تو سب کی توجہ کا مرکز بن جاتا۔ امی جان اس وقت اتنا خیال رکھتیں کہ جی چاہتا یہ بیماری طول پکڑ جائے، میں بس امی کی گود میں لیٹا رہوں۔

جوں جوں وقت گزرا تو میرا یہ احساس قوی ہونے لگا کہ امی جان میرے لیے ہر وقت پریشان سی رہتی ہیں۔ مجھ سے کوئی الٹی سیدھی حرکت کا صدور ہو جاتا تو ابو یہ روایتی جملہ داغتے: ’’ہے جوان پڑھ عورت کی اولاد!‘‘

اور یہ طعنہ سنتے ہی امی جان رو پڑتیں مگر کچھ کہتی نہیں۔ میں کڑھتا کہ قصور میرا تھا اور سزا

اٹلانٹس پبلکیشنز | محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید سیریز کے ناول

ویب سائٹ سے آرڈر کا طریقہ: www.atlantispublications.com.pk سے گھر بیٹھے ناول منگوائیں

اشتیاق احمد کے ناول اور دیگر کتابیں آرڈر کرنے کے لئے ویب سائٹ کے ہوم پیج کے اوپر BOOK SHELF پر کلک کریں اور پھر اپنی پسند کی کیٹگری پر کلک کریں، اپنی مطلوبہ کتاب کے ٹائٹل کے ساتھ ADD TO CART کے بٹن پر کلک کرتے جائیں، آپ اوپر دائیں کونے پر باسکٹ کے نشان پر اپنی منتخب کردہ کتب کی کل قیمت دیکھ سکتے ہیں۔ آرڈر فائنل کرنے کے لئے اس باسکٹ کے نشان پر کلک کر کے ایک مرتبہ رعایتی بل اور ڈیلیوری چارجز دیکھ کر CHECKOUT کے بٹن پر کلک کر دیں۔ اپنا مکمل نام، مکمل پتہ اور رابطہ نمبر کی مکمل تفصیلات درج کر کے NEXT پر کلک کریں۔ ادائیگی کے طریقوں میں سے ایک کا انتخاب کر کے PLACE ORDER پر کلک کر دیں۔ آپ کا آرڈر ہمیں موصول ہو جائے گا۔ کال کنفرمیشن کے بعد آپ کا پارسل تین سے سات روز میں ڈیلیور ہو جائے گا۔

واٹس ایپ میسج 0348-2568546 | فون 0300-2472238, 0331-4853445

آپ اپنے پسندیدہ ناول facebook.com/InspectorJamshed اور facebook.com/atlantispublications سے بھی آرڈر کر سکتے ہیں۔

ناولوں کے پہلے ایڈیشنز کے نئے پرنٹ، اوریجنل سرورق، اشتہارات اور بچوں کے خطوط کے ساتھ

امی کو ملی۔ ابو کو یہ طعنہ نہیں دینا چاہیے تھا۔ اگرچہ ابو تھے ٹرپل ایم۔اے اور ایک سرکاری ادارے میں انیسویں اسکیل کے افسر جبکہ امی چٹی اَن پڑھ تھیں۔ انھوں نے کبھی اسکول کا منہ دیکھا نہ ہی مدرسے گئیں مگر یقین مانیے ہماری تربیت اس انداز سے کی کہ کیا کوئی جدید تعلیم یافتہ خاتون کرتی۔ ابو جان اکثر خود اس بات کے معترف ہوتے کہ امورِ خانہ داری، خاوند کی خدمت گزاری، کفایت شعاری اور سلیقہ مندی میں تمھاری ماں اپنی مثال آپ ہے مگر کبھی طعنہ دے بیٹھتے اور عموماً اس قسم کے طعنوں کا سبب میں ہی ہوتا تھا۔ الغرض جب میری شرارتیں حد سے بڑھنے لگیں تو امی جان کی بے قراری بھی حد کو چھونے لگی۔ میں دیکھتا کہ وہ مصلے پر بیٹھی رو رہی ہیں۔ مجھے خود سے شرم سی آنے لگتی۔

آخر اس سراپا محبت کی دعائیں رنگ لائیں اور میٹرک کے زمانے میں خدا نے ہمارا رُخ اپنی طرف موڑ لیا۔ میں ایسا بدلا، ایسا بدلا کہ بہت سوں کے لیے قابلِ رشک ٹھہرا لیکن یہ کیا! میں نے دیکھا کہ امی جان اب بھی بے چین ہیں۔ پوچھنے پر پتا چلا کہ سارا دن مدرسے رہتا ہے، شام کو دوست آگھیرتے ہیں، میرے لیے اِس کے پاس وقت نہیں ہے، دیر سے گھر آتا ہے۔

اوہ اچھا تو یہ بات ہے! میرا دل تھوڑا پسیجا مگر میں نے من ہی من میں سوچا کہ واقعی امی اَن پڑھ ہیں، انھیں کیا معلوم کہ علمی مصروفیات کیا ہوتی ہیں؟ بہر حال وہ ہمیں دیکھ کر دل کا بوجھ رو کر ہلکا کرلیتیں اور دینے لگتی دعائیں!

جب میری حفظ سے فراغت ہوئی تو ابو بی اے کا داخلہ فارم لے آئے، اور جب میں نے اس فارم کے چھے سو چھتیس ٹوٹے کر کے ابو کے سامنے ڈال دیے تھے تو ان کی زبان گنگ ہو کر رہ گئی تھی، اور جب میں نے یہ فیصلہ سنایا تو سکتے کے عالم میں آگئے۔

''میں نے نہیں پڑھنا اب کالج والج...... عالم بننا ہے عالم......اور وہ بھی کسی مقامی مدرسے میں نہیں، تلمبے جاؤں گا یا پھر دارالعلوم کراچی، آدمی پڑھے تو کسی مشہور مدرسے میں تو پڑھے۔''

''میرے لعل! کسی بڑے سے مشورہ تو کرلیا ہوتا، اتنا جذباتی نہ بن۔''

امی نے لجاجت سے کہا تو میں نخوت سے بولا: ''ٹھیک ہے آپ کا یہ ارمان بھی پورا کردوں گا مگر یہ بات آپ کے ذہن میں ہونی چاہیے کہ پڑھنا میں نے باہر ہی ہے۔ حصولِ علم کے لیے ہجرت شرط ہے اور محبتوں کو کچلنا بھی لازم ہے۔''

''ہائے اللہ! تُو اگر ہم سے دور چلا گیا تو ہم تو ویسے ہی مر جائیں گے۔ تجھے دیکھ دیکھ کر تو ہم جی رہے ہیں۔'' امی رو پڑیں۔

''میرے علاوہ چار بہنیں بھی تو ہیں۔ وہ میری کمی محسوس نہیں ہونے دیں گی۔''

میں نے بے دلی سے دلاسہ دیا تو نحیف سی آواز میں بولیں: ''وہ تو پرایا دھن ہیں، انھوں نے کب سدا رہنا ہے اس گھر میں؟''

حضرت شیخ الحدیث مفتی سراج الدین صاحب مدظلہ سے مجھے ہرگز توقع نہ تھی کہ وہ میرے استفسار پر یہ جواب دیں گے:

''برخوردار! تمھارا جذبہ قابلِ تحسین ہے اور یقیناً تم کتابیں پڑھ بھی جاؤ گے مگر علمِ نافع کبھی حاصل نہ کرسکو گے، اس کے لیے دل سے والدین کا راضی ہونا ضروری ہے، اُن کی اجازت کے بغیر نہ نکلنا۔''

جب اگلے روز امی جان سے یہ بات میں نے نقل کی تو مجھے سینے سے چمٹا کر دیوانوں کی طرح پیار کرتے ہوئے بولیں:

''میں کب کہتی ہوں کہ تو عالم نہ بنے؟ میری تو دعا ہے کہ تُو جگ جگ جیے، تیرے سہرے بندھیں، تو خواجہ خضر کی عمر پائے، دیکھنا خدا تجھے دین و دنیا دونوں میں سرخ رُو کرے گا ان شاء اللہ تعالیٰ! بس میں یہ چاہتی ہوں کہ تو ہر وقت میری نظروں کے سامنے رہے جب تک کہ میں زندہ ہوں۔''

بس جی پھر ہم نے اپنے ہتھیار ڈال دیے اور والدین کی منشا کو سامنے رکھ لیا۔ اف اللہ! جن ہستیوں کو محض ایک بار پیار سے دیکھنے پر مقبول حج کا اجر ملے، ان کا مان اور من رکھنے پر کیا کچھ ملے گا؟ میں نے اُن کی آرزو پوری کی ان کے پاس رہنے کی تو خدائے بزرگ و برتر نے کراماتی طور پر علمِ دین کے اسباب پیدا کیے اور خوب پیدا کیے۔ جب پہلی بار چار ماہ کے لیے جانا ہوا تو نکلنے سے قبل امی جان کا ہاتھ ٹھیک چار دن قبل ٹوٹ گیا۔

میرے چہرے پر ہوائیاں اڑتی دیکھ کر بھانپتے ہوئے کہنے لگیں:

''تو اپنا ارادہ ترک مت کر...... میں حکم دیتی ہوں تجھے......تو ضرور جائے گا۔''

''امی دنیا والے کیا کہیں گے؟'' میں نے الجھن سے کہا۔

''میں جانوں اور دنیا والے جانیں۔ تو جا......مگر میرے لیے دعا کرنا۔''

یوں ہم دعوت کے کام سے جڑے۔ خیر ایک لمبی داستان ہے پیارو! کیا کیا سناؤں؟ بات کو سمیٹنے کی کوشش کرتا ہوں۔ ہمارے گھر میں چلتی ابو کی تھی مگر گھر کو چلاتی امی ہی تھیں۔ مجھے تو انھوں نے قدم قدم پر سہارا دیا۔ میں میٹرک تک منہ بھی امی سے ہی دھلواتا تھا کہ میل اچھا اتارتی ہیں۔ شادی کے بعد بھی ہم نے اپنے لاڈ امی سے پورے کروائے۔ یہ اُن کی شفقت ہی تو تھی کہ بیالیس برس کا ہو کر بھی امی کے سامنے دس بارہ سال کا تھا۔ وہ کبھی کبھی میری کسی غلطی پر برملا ڈانٹ دیتیں، میرے بچے منہ چھپا کر ہنستے کہ ابو کی شیم شیم ہوگئی مگر مجھے فخر تھا کہ میرے ماں باپ بلا جھجک مجھے ڈانٹ سکتے ہیں۔ زندگی بھر امی جان کو مجھ سے صرف یہ گلہ رہا کہ دیر سے گھر آتا ہے۔ میری اہلیہ تو انتظار کرتے کرتے سو جاتی لیکن جب دبے قدموں سے گھر پہنچ کر امی جان کے کمرے میں جھانکتا تو وہ ٹکٹکی باندھے انتظار کر رہی ہوتیں اور پھر مصنوعی خفگی سے کہتیں:

''واہ شہزادے! ہوگیا تیرے آنے کا وقت؟'' اور پھر ماتھا چوم لیتیں۔

پچھلے دو سال میں، میں خود کو بدلنے میں بہت حد تک کامیاب ہوگیا تھا۔ عشا کے بعد کی مجلس ترک کردی اور رات گئے اپنے اسٹڈی روم کی بجائے امی کے کمرے میں بیٹھا رہتا۔ وہ جب بھی کروٹ بدلتیں تو کن اکھیوں سے اپنے شہزادے کو دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی کرلیتیں۔ ہماری بیگم نے بھی کبھی برا نہیں مانا کہ آدھی رات تک امی کے کمرے میں بیٹھا رہتا ہوں۔ وہ برا بھی کیوں مانتی کہ امی نے اسے بہو کبھی سمجھا ہی نہیں، ہمیشہ بیٹی کے روپ میں دیکھا۔

گزشتہ برس ماہِ جون میں اچانک امی جان کی ٹانگوں پر ذیابیطس نے کچھ اس طرح حملہ کیا کہ چلنا موقوف ہوگیا۔ پوری زندگی ہم نے امی جان کو رات کے علاوہ کبھی چار پائی پر لیٹے ہوئے نہیں پایا۔ الاّ یہ کہ شدید بیمار ہوگئی ہوں ورنہ چھوٹی موٹی بیماریوں کی تو کبھی پروانہ کی۔

اور پھر اُدھر اکتوبر میں فلسطین کے حالات بگڑے اِدھر امی زمین پر آگریں۔

نومبر کی ایک ٹھٹھرتی رات پیٹ میں شدید درد اٹھا تو ساری رات اپنے خورد و کلاں (بچوں بزرگوں) کو یاد کر کر کے روتی رہیں۔ اصرار پر بھی اسپتال نہ گئیں۔ صبح چیک اپ کرایا تو جسے ہم معدے کا درد خیال کر رہے تھے وہ دل کا دورہ تھا۔ ڈاکٹر نے بتایا دل چالیس فی صد کام کر رہا ہے۔ یہ سن کر میرا اپنا دل مٹھی میں آگیا۔ بائی پاس کا تو انھوں نے منع

کر دیا کہ خطرہ ہے مگر جلد از جلد اسٹنٹ ڈلوانے کو کہا۔

ہم نے امی کو نہیں بتایا اور اس عمل سے گزر گئے۔ بعد میں انھیں پتا چلا تو کہنے لگیں تُو اتنے پیسے کہاں سے لایا؟ لگتا ہے جو تو نے اپنی کتاب کی اشاعت اور تقریب کے لیے جوڑ رکھے تھے وہ لگا دیے ہیں؟

میں نے کہا: ''پیاری ماں! آپ کی بنسبت اِن پیسوں کی کیا حیثیت ہے؟ خدا کا شکر ہے کہ تیرا شہزادہ تجھ پر کچھ خرچ کرنے کے قابل ہوا۔''

یہ سن کر بہت خوش ہوئیں اور پیٹھ تھپتھپا کر کہنے لگیں:

''کتاب تو تیری ضرور آئے گی ان شاء اللہ! دیکھنا تجھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت بھی نصیب ہوگی۔ تیری بوڑھی ماں کی دعا تیرے ساتھ ہے۔''

اور جس دن ''کراماتی چھتری'' کراچی سے ڈیرے پہنچی تو پیر و مرشد حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب مدظلہ کے حکم پر سب سے پہلے امی ہی کی خدمت میں پیش کی۔ انھوں نے اسے چوما، مجھے پیار دیا اور پھر پوتے پوتیوں کو جمع کر کے اپنا فریکچر شدہ ہاتھ فضا میں بلند کر کے ختمِ نبوت زندہ باد کا نعرہ لگوایا۔

پندرہ شعبان سے اگلی رات امی جان کا پلستر کٹا تو بے حد خوشی ہوئی مگر اسی رات فالج نے آ لیا۔

اے اللہ! تیری مصلحتوں کو سمجھنے سے عاجز ہوں! اس کے بعد امی کی حالت نہ سنبھلی۔

۲۳ شعبان المعظم ۱۴۴۵ھ منگل کا دن میری زندگی کا پہلا دن تھا جب امی سے پیار لیے بغیر گھر سے باہر جا رہا تھا کہ وہ ہوش میں نہ تھیں۔ دفتر میں تازہ گل صاحب میری پریشانی کو دیکھ کر کہنے لگے: ''عبدالرزاق صاحب! والدہ کے علاج کے لیے جتنی رقم درکار ہے، میں دینے کے لیے تیار ہوں۔''

میں نے کہا: ''محترم اگر شفا دے سکتے ہو تو وہ دے دو، باقی کچھ درکار نہیں۔''

گھر آیا تو امی بدستور بے ہوش تھیں۔ ان کا چہرہ دیکھا نہ جاتا تھا۔ کھانا کھائے بغیر مسجد چلا آیا۔ وہاں تیونس سے مہمانوں کی جماعت آئی ہوئی تھی۔ تھوڑی ہی دیر میں گڑیا کا فون آیا کہ حافظ صاحب جلدی گھر پہنچو۔ امی ہوش میں آئی ہیں اور آپ کا نام لے رہی ہیں۔

میں گھڑی کی چوتھائی میں امی کے پاس موجود تھا۔

خالہ کہنے لگیں: ''دیکھ مریم! عبدالرزاق آ گیا۔ دیکھ تو سہی تیرا شہزادہ آ گیا۔''

امی جان نے گویا آخری بار میرے سر پر ہاتھ پھیرا۔ اشارے سے کچھ کہا بھی مگر بول نہ پائیں۔ میں نے بلند آواز سے سورۂ یٰسین کی تلاوت شروع کر دی۔ ادھر آخری آیت پر پہنچا کہ پاک ہے وہ ذات کہ جس کے قبضے میں ہر شے کی بادشاہی ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے، اُدھر امی جان کی روح بھی اپنے خالق کی طرف لوٹ گئی۔

اے اللہ! ہم تو ہیں ہی تیرے!

ابو جان بھی اس وقت ادھر ہی موجود تھے۔ اپنے ساتھی کی جدائی پر بلک بلک کر رونے لگے۔ امی کہتی تھیں کہ اللہ کرے پہلے میں مروں کہ خاوند کے بعد عورت کی کوئی زندگی نہیں...... سو اللہ نے یہ آرزو بھی پوری کر دی۔ مغرب کے بعد جب امی کو غسل دے دیا گیا تو مجھے زیارت کے لیے گھر میں لے جایا گیا۔ میں نے بڑا ضبط کیا ہوا تھا۔ اپنا منہ رومال سے ڈھانپے آہستہ آہستہ ان کے سرہانے کے قریب پہنچا تو بیٹی فاطمۃ الزہرا نے مجھے رلا ہی دیا۔

''دادی اماں! آنکھیں تو کھولیں! دیکھیں آپ کا شہزادہ آیا ہے۔''

مگر امی نے آنکھیں نہیں کھولیں۔ میں دیر تک کھڑا آنسوؤں کی برسات میں بے بسی سے ان کے پاکیزہ چہرے پر ہاتھ پھیرتا رہا۔ مجھے لگا جیسے کہہ رہی ہوں کہ اب تو جنت میں ملاقات ہوگی۔

بیالیس برس میں پہلی رات تھی جو امی کے بغیر گزری۔ سوتے نہیں جاگتے!

اگلی صبح خواب میں دیکھتا ہوں کہ تارے اور موتیوں سے بھرا سوٹ پہنا ہوا ہے اور سرخ رنگ کا دوپٹا اوڑھ رکھا ہے اور مسکرا کر نیچے کی طرف دیکھ رہی ہیں۔ بیٹھی تو اپنی قبر ہی میں ہیں۔ میں نے پوچھا: ''اے میری پیاری امی! کیا گزری؟''

دوبار پوچھنے پر سر اوپر نہیں کیا۔ میں نے پریشان ہو کر تیسری بار پوچھا تو اوپر کی طرف خاموشی سے دیکھا۔

پھر کیا دیکھتا ہوں کہ امی کے ہاتھ میں ''کراماتی چھتری'' تھی جسے انھوں نے سینے سے لگایا ہوا تھا۔ کہنے لگیں: میں فلسطینی بچوں کے لیے دعا کرتی تھی اور مجھ پر پے در پے تکلیفیں آئیں تو اللہ نے میرا حشر فلسطینی شہید ماؤں کے ساتھ کر دیا ہے۔''

اف اللہ! میں خواب ہی میں رو دیا۔ آنکھیں کھلیں تو آنسو ڈاڑھی میں جذب ہو رہے تھے۔ جس روز سے امی گئیں بلا ناغہ ان کی مرقد کے سرہانے بیٹھ کر یٰسین شریف سنا آتا ہوں۔ دل کا بوجھ کچھ ہلکا ہو جاتا ہے۔ انتہائی شکریہ آمنہ کے لعل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ انھوں نے والدین کی قبر پر جانے کا حکم دیا۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

☆☆☆

جو سب پیاروں کا پیارا ہے!

اثر جونپوری

چاہتے ہو گر گلشنِ مولیٰ، نفس کا جنگل پار کرو
جنت کے گر طالب ہو تم سنت کا پرچار کرو
سبحان اللہ پڑھ پڑھ کر تم نخل لگاؤ جنت میں
خرچ کرو اللہ کے گھر میں، خلد میں گھر تیار کرو
سائل بن کر ناز اٹھاؤ پاؤ دنیا میں عزت
علم کے حاصل کرنے میں تم جیتے جی مت عار کرو
حسن کی بالادستی اہلِ عشق کی پستی زندہ باد
جیت اسی میں مضمر ہے تم تسلیم اپنی ہار کرو
پیارو! تم کو بتلاتا ہوں پیارا بننے کا نسخہ
جو سب پیاروں کا پیارا ہے اس پیارے سے پیار کرو
چھوٹی بحر کے شعروں کو محفوظ سبھی کر لیتے ہیں
ذوق و شوق اگر ہے تم میں یاد تو یہ اشعار کرو

☆☆☆

انسپکٹر لومڑ کے جاسوسی کارنامے
چور کی داڑھی میں تنکا
1 ''سب انسپکٹر چیتے! جلدی آؤ! ایک بہت اہم معاملہ درپیش ہے۔''
2 ''سر! میں آرہا ہوں۔ اطلاع ملتے ہی فوراً روانہ ہوگیا تھا۔''
اس جاسوسی کہانی کے سُراغ رساں آپ ہیں۔
3 ''سر! کیا معاملہ درپیش ہے؟''
4 ''شہر کے سب سے بڑے بزنس مین دریائی گھوڑے کے گھر چوری ہوگئی ہے۔''
5 ''جلدی آؤ! ڈی ایس پی صاحب نے یہ کیس ہمیں سونپا ہے۔''
6 ''سر! ہم جلد ہی یہ کیس حل کرلیں گے۔ ان شاء اللہ!''
7 ''انسپکٹر صاحب! آیئے آیئے... میں آپ ہی کا انتظار کررہا تھا۔''

8 ''محترم! آپ اس واردات کی مکمل تفصیلات ہمیں بتائیے!''
9 ''میں نے اپنی بیگم کے لیے ہیروں کا ہار خریدا تھا۔''
10 ''ہائے! کوئی ظالم وہ ہار لے اُڑا۔''
11 ''کیا آپ نے ملازمین یا گھر کے کسی فرد سے اس چوری کے بارے میں پوچھا؟''
12 ''نہیں! میں نے اس معاملے کو ابھی تک خفیہ رکھا ہے۔''
13 ''ہوں....!! لاکر کا خفیہ کوڈ کھول کر ہار نکالا گیا ہے۔''
14 ''اوہ! اس کا مطلب ہے کہ چور خفیہ کوڈ جانتا تھا۔''
15 ''مجھے شک ہے کہ یہ کام آپ کے کسی قریبی ملازم نے کیا ہے۔''
16 ''تمام ملازمین بااعتبار ہیں، وہ مجھے دھوکا نہیں دے سکتے۔''
17 ''لیکن پھر بھی اگر آپ کہتے ہیں تو میں انھیں ابھی بلاتا ہوں۔''
18 جیسا کہ آپ کو معلوم ہے گھر میں چوری ہوئی ہے اور ہم چور کو تلاش کر رہے ہیں۔
19 ''مجھے تو اس چوری کے بارے میں علم نہیں۔''
20 ''مجھے بھی نہیں پتا، میں ایک ایماندار ملازم ہوں۔''

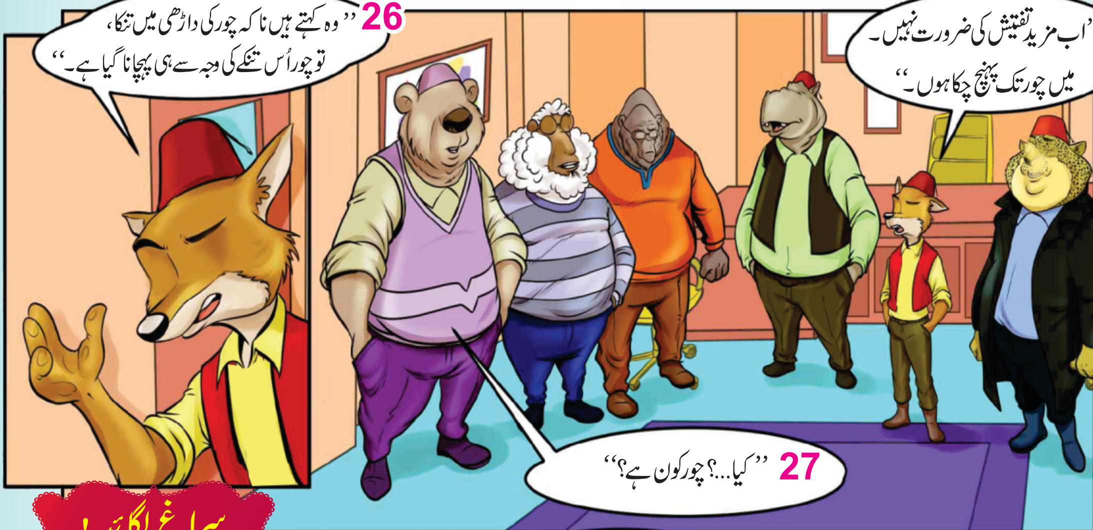

سراغ لگائیے!
انعام پائیے

دوستو...! انسپکٹر لومڑ نے تو چور کو پہچان لیا، کیا آپ پہچان پائے؟ کیا کہا...؟ نہیں! ارے بھئی! کہانی دوبارہ پڑھیے... اس بار ذرا بغور اور ذہن حاضر رکھ کر پڑھیے گا۔ چور آپ کو سامنے کھڑا نظر آئے گا۔ درست سراغ لگانے پر بذریعہ قرعہ اندازی 3 قارئین کو 1،1 ہزار روپے کی کتب انعام میں دی جائیں گی۔ جوابات اس نمبر پہ بذریعہ واٹس ایپ کیجیے:
0349-4892240

ہمّت کا پہاڑ ۴۲

راوی: سبحان انعام اللہ خان مرحوم   تحریر: رشید احمد منیب

میری تمام زندگی لڑائیوں میں گزری ہے۔ کچھ لڑائیاں ایسی تھیں جو میں نے خود اپنے سر پر لے لیں اور کچھ ایسی تھیں جو مجھے مجبوراً لڑنا پڑیں۔ ایسی لڑائیوں کی بھی کمی نہیں جو میری شرارت سے شروع ہوئیں اور میری یا میرے حریف کی پٹائی پر ختم ہوئیں۔

لڑائیوں کے ان واقعات میں کچھ تو میرے مزاج کا دخل تھا اور کچھ میرے پٹھان ہونے کا کردار تھا، لیکن کچھ اس وجہ سے بھی تھا کہ میں اس کام کو اپنا ہنر سمجھتا تھا اس لیے اس میں زیادہ سے زیادہ مہارت حاصل کرنا چاہتا تھا۔ دراصل جب مجھے کچھ شعور آ گیا تو میں نے اپنی زندگی کا مقصد تبدیل کرلیا۔ میں نے طے کرلیا کہ اب باقی زندگی مارشل آرٹ سیکھنے اور اپنی قوم کے نوجوانوں کو سکھانے میں بسر ہوگی۔

ایک مرتبہ شام کی کلاس سے میں جلدی فارغ ہوگیا۔ جب میں شام کی کلاس سے جلد فارغ ہوجاتا تھا تو تفریح کے لیے کہیں نکل جاتا تھا۔ زیادہ تر میں صدر مارکیٹ جاتا تھا۔ اس زمانے میں گزری اور صدر کے درمیان کوئی بازار نہیں تھا۔ مجھے پھلوں کا جوس بہت پسند ہے۔ اس وقت تازہ جوس تیار کرنے والی کوئی دکان گزری میں نہیں تھی۔ میں گزری سے بس میں بیٹھ کر صدر پہنچ جاتا تھا۔ ان دنوں اتنا رش بھی نہیں ہوتا تھا۔ اس لیے پندرہ، بیس منٹ میں صدر پہنچ جاتا۔ میں وہاں دو، تین گلاس شربت پی کر کبھی بس میں اور کبھی موڈ ہوا تو پیدل ہی واپس گزری آجاتا تھا۔ صدر میں ایک ٹھیلے والا تھا جو ایمان داری کے ساتھ پھلوں کا رس نکال کر بیچتا تھا۔ وہ مجھے پسند تھا۔ میں اس کے ساتھ گپ شپ بھی لگاتا تھا اور اس کے ٹھیلے کے پاس بیٹھ کر آتے جاتے لوگوں کو بھی دیکھتا رہتا تھا کہ وہ کیا کر رہے ہیں؟ ہجوم میں لوگ کیا رویہ اختیار کرتے ہیں؟ اگر اچانک کوئی وارادات ہوجائے یا کوئی واقعہ پیش آجائے تو لوگ کیا کریں گے؟ مجھے وہاں کوئی نہیں جانتا تھا اس لیے مزے سے بیٹھا رہتا۔ گم نام رہنے میں جو لطف ہے وہ مشہور ہونے میں نہیں۔ خیر اس دن کلاس جلدی ختم ہوگئی تو مجھے جوس پینے کا خیال آیا۔ موسم بھی بہت اچھا تھا۔ میں نے سوچا آج تو جوس پینے کا مزا ہی آجائے گا سو میں بس میں بیٹھ کر صدر پہنچ گیا اور اسی جوس والے کے پاس جا پہنچا۔ وہ پنجابی تھا اور بہت مزے کی باتیں کرتا تھا۔ میں حسب معمول اس کے ساتھ گپ شپ لگانے لگا۔ پھر میں نے ویسے ہی پوچھ لیا کہ کوئی نئی تازی سناؤ! وہ کہنے لگا کہ یار! آج کل اِدھر ایک بندہ آنے لگا ہے۔ دیکھنے میں دیو لگتا ہے۔ اس کے بڑے موٹے بازو ہیں اور بہت چوڑا اور بڑا سا سینہ ہے، ادھر آدھی آستینوں والی بنیان اور انگریزی فلموں والی پینٹ پہن کر گھومتا ہے۔ وہ دیکھنے میں بڑا خطرناک لگتا ہے۔ کبھی کبھی مجھ سے بھی جوس پی لیتا ہے۔ پیسے تو وہ خود ہی دے دیتا ہے لیکن اس سے پیسے مانگتے ہوئے ڈر لگتا ہے کہ کہیں تھپڑ ہی نہ مار دے۔

بس جی جوس والے کی باتیں سن کر میں چونک گیا کہ یہ کون ہوسکتا ہے؟ جو حلیہ اس نے بتایا تھا، وہ کسی دیسی پہلوان کا ہوسکتا تھا یا باڈی بلڈر کا لیکن دیسی پہلوان بازاروں میں شوخی نہیں دکھاتے۔ یہ بات مجھے معلوم تھی کیوں کہ میں نے بھی اکھاڑے میں کچھ وقت گزارا تھا اور مارشل آرٹ سیکھنے کے بعد بھی دیسی پہلوانوں سے میرا تعلق رہا تھا۔ ہمارے پاکستانی پہلوان زیادہ تر سادہ مزاج ہوتے ہیں۔ ملنسار، محبت کرنے والے اور عزت دینے والے۔ ان کے ساتھ مل بیٹھو تو ایسا لگتا ہے کہ بندا پرانے دوستوں کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے۔ یہ لوگ بڑوں کی عزت کرتے ہیں۔ کسی دوسرے فن کا استاذ ان کے پاس چلا جائے تو اس کے ساتھ ادب اور احترام کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ بازاروں میں آدھی آستین والی شرٹ پہن کر گھومنے والے زیادہ تر انگریزی فلموں کے متاثرین ہوتے ہیں۔ امریکن یا یورپین کلچر کے مطابق صرف باڈی بلڈنگ کرکے شوخے بن کر بازاروں میں گھومتے ہیں اور دوسروں پر رعب جماتے ہیں۔ میرے سامنے ایسا کوئی بندا آجائے تو میں اس کی طبیعت صاف کرنے کی کوشش ضرور کرتا ہوں۔ کوئی شخص اپنے لیے باڈی بلڈنگ سیکھ رہا ہے تو اس کی مرضی ہے لیکن بازو اور سینہ بنا کر دوسروں کے سامنے شہ زوری دکھانا کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ یہ اوچھی حرکتیں ہوتی ہیں۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ یہ کون اوچھا بندا ہے جو بازار میں آکر عام لوگوں کو طاقت دکھا رہا اور ڈرا رہا ہے۔ میں نے جوس والے سے پوچھا کہ کیا وہ بندا روزانہ یہاں آتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ روز تو نہیں آتا لیکن ہفتے میں تین یا چار مرتبہ ضرور آتا ہے۔ میں نے پوچھا کہ اس کے آنے کا وقت کیا ہے؟ اس کہا کہ وہ زیادہ تر مغرب کے بعد آتا ہے، اس وقت مارکیٹ میں کافی لوگ ہوتے ہیں۔ وہ یہاں سینہ چوڑا کرکے چلتا ہے۔ ایک، دو چکر لگا کر پھر کہیں چلا جاتا ہے۔

جوس والے کی بات سن کر مجھے یقین ہوگیا کہ وہ کہیں قریب ہی باڈی بلڈنگ کی مشق کرتا ہے اور اس کے بعد بازار آکر اپنے بازوؤں اور سینے کی نمائش کرکے تسکین حاصل کرتا ہے اور پھر چلا جاتا ہے۔ میں نے جوس والے سے کہا کہ آج تو میں جارہا ہوں، تم اس کے آنے جانے کا وقت نوٹ کرنا، میں کچھ دنوں بعد چکر لگاؤں گا تو تم مجھے اس کے بارے میں بتانا کہ وہ کس دن لازمی مل سکتا ہے؟

جوس والے نے پوچھا، کیا تم اس کے ساتھ زور آزمائی کرنا چاہتے ہو؟

میں نے پوچھا، کیا تمھیں میں کوئی لڑنے والا آدمی لگتا ہوں؟

اس نے جواب دیا کہ نہیں، تم تو شریف آدمی لگتے ہو، اسی لیے پوچھ رہا ہوں کہ تم اس سے بھڑنے کا سوچنا بھی مت، وہ تمھیں اٹھا کر پھینک دے گا۔

میں نے کہا، میں تو بس اس لیے پوچھ رہا ہوں کہ میں ایسے خطرناک آدمی کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتا ہوں۔

اس گفتگو کے بعد میں گھر واپس آگیا۔ میں صبح سے شام تک اپنے کاموں میں مصروف رہتا تھا۔ میں اس معاملے کو بھول بھی سکتا تھا لیکن مجھے یہ بات یاد رہی کہ جس دن بھی موقع ملا میں صدر بازار جاکر اس بندے کو دیکھوں گا ضرور اور جب میں اسے دیکھوں گا تو یہ نہیں ہوگا کہ معاملہ بس دیکھنے پر ہی ختم ہوجائے، اس کے بعد جو بھی ہوگا وہ اسی وقت دیکھا جائے گا۔

چند دنوں بعد مجھے ایک بار پھر صدر بازار جانے کا موقع مل گیا۔ میں اسی جوس والے کے پاس پہنچا اور میں نے جوس پیتے ہوئے اس سے معلوم کیا کہ وہ دیو آج کل آرہا ہے یا نہیں؟

جوس والے نے جواب دیا کہ وہ تقریباً روزانہ ہی چکر لگاتا ہے۔

اور پھر اچانک ہی اس نے مجھے اشارہ کیا کہ وہ دیکھو، وہ دیو آرہا ہے۔

میں نے سرسری سے نظروں سے دیکھا۔ عام آدمیوں کے لیے تو وہ کوئی دیو ہی تھا۔ اس کا قد تقریباً چھ فٹ تھا۔ سینہ پھیلا ہوا تھا۔ کندھے بنے ہوئے تھے۔ وہ جھومتا ہوا بڑے نخرے کے ساتھ چل رہا تھا۔

جاری ہے

اٹلانٹس پبلکیشنز

کراچی بین الاقوامی کتاب میلہ 12 سے 16 دسمبر

اشتیاق احمد کے ناول اٹلانٹس پبلی کیشنز کے اسٹال سے رعائتی قیمت پر خریدیئے

- محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید کے ڈھیروں جاسوسی ناول
- انسپکٹر جمشید سیریز کا نیا ناول "موت گھر"
- اشتیاق احمد کے 65 خاص نمبروں کا مکمل سیٹ
- اشتیاق احمد کا غیر مطبوعہ بیباک ناول "جنونی" پہلی بار منظرِ عام پر
- باطل قیامت کا انگریزی روپ The Doomsday Deception
- ناولوں کے پہلے ایڈیشنز کے نئے پرنٹ، اور ینجنل سرورق اشتہارات اور بچوں کے خطوط کے ساتھ

ایک بات

اشتیاق احمد کے ایک اور نئے غیر مطبوعہ ناول ''موت گھر'' کے منظرِ عام پر آنے کا اور آپ سب سے ملاقات کا سالانہ موقع آن پہنچا۔ موت گھر کراچی کتاب میلے کے پہلے روز اٹلانٹس کے اسٹال سے آپ حاصل کرسکیں گے۔ اس سال ''باطل قیامت'' انگریزی میں پیش کیا جارہا ہے۔ اس سال اٹلانٹس نے کتاب میلے کے لیے شروع سے آخر تک کے سارے ہی یعنی 65 خاص نمبروں کے پہلے ایڈیشن اپنی اصل شکل میں دوبارہ چھاپ دیئے ہیں یعنی ویسے ہی جیسے وہ پہلی بار چھپے تھے۔ اب آپ کو پھٹے پرانے ناول خریدنے کی ضرورت نہیں۔ اس کے علاوہ لاتعداد شاہکار ناول جو عرصہ دراز سے ناپید تھے دوبارہ شائع کئے گئے ہیں۔ اٹلانٹس نے اُس وقت اشتیاق احمد کے ناولوں کی نشاۃ ثانیہ کی ذمے داری سنبھالی جب اشتیاق احمد حالات سے مایوس ہو کر لکھنا ترک کر چکے تھے۔ اٹلانٹس پبلی کیشنز کا وہی اسٹال اس بار بھی آپ کو خوش آمدید کہے گا جہاں بیٹھ کر اشتیاق احمد وفات سے ایک روز پہلے تک ناولوں پر آٹوگراف دیتے رہے۔ اشتیاق احمد کا سسپنس سے بھرپور ضخیم غیر مطبوعہ بیباک ناول ''جنونی'' بھی شائع کیا جارہا ہے۔ اشتیاق احمد کے قلم کا یہ روپ آپ نے پہلے کبھی نہ دیکھا ہوگا۔ اے حمید کا یادگار ناول ''لاش زندہ ہوگئی'' اور محمود خاور کی ''بچوں کی عمران سیریز'' کے سولہ مزیدار ناولوں کا مکمل سیٹ بھی اٹلانٹس نے شائع کر دیا ہے۔ اور ہاں حکومت پاکستان نے اشتیاق احمد پر جو کتاب شائع کی ہے وہ بھی اٹلانٹس کے اسٹال سے لینا نہ بھولیے۔ اسرائیل سے نبرد آزما فلسطینی فدائین کی جدوجہد کو سلام پیش کرنے کے لئے جبار توقیر کا ایمان افروز ناول ''العاصفہ'' ضرور خریدیئے گا۔ کتاب میلے میں اٹلانٹس پبلی کیشنز کا اسٹال کہاں ہوگا؟ یہ جاننے کے لیے ہمارا فیس بک پیج وزٹ کیجیئے۔

facebook.com/InspectorJamshed

facebook.com/atlantispublications

فاروق احمد

اٹلانٹس پبلکیشنز رابطے اور معلومات کیلئے 0348-2568546 0300-2472238 0331-4853445